بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# نظرات

ہمارا ملک ۲۶ جنوری ۵۰ء کو جمہوریہ بن گیا اور نیا دستور جو خود ہندوستان نے اپ
صوابدید اور اپنے رجحانات و افکار کے مطابق تیار کیا ہے نافذ ہو گیا اور اس طرح اس ملک کی تا
میں آئینی حیثیت سے ایک ایسے باب کا اضافہ ہوا جو بالکل نیا اور وقت کے تقاضوں سے بہم د
ہم آہنگ ہے۔ لیکن اس عالم کون و فساد کا یہ فطری قانون و دستور ہے کہ ہر خوشی اپنے کم
اور نوعیت کے اعتبار سے نئی ذمہ داریوں کا بوجھ بھی لے کر آتی ہے۔ دو نوجوان زندگیاں ایک ر
ازدواج سے منسلک ہوتی ہیں تو انھیں مبارکبادیں پیش کی جاتی ہے، رشتہ داروں اور دوستوں
مسرت کے شادیانے بجتے ہیں لیکن ان مسرتوں کا دوام و قرار اس پر موقوف ہوتا ہے کہ دو
ازدواجی زندگی کی ذمہ داریوں کو امانت و دیانت کے ساتھ انجام دیں۔ پھر دونوں ماں باپ ب
ہیں بچہ بڑا ہوتا ہے اس کی آمین بسم اللہ ہوتی ہے امتحان پاس کرتا ہے۔ ملازم ہوتا ہے ان میں
ہر مرحلہ ایک خوشی کا پیغام لاتا ہے لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ ہر خوشی کے ساتھ ذمہ داریوں کی زنجیر
ایک نئے حلقہ کا بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

---

یہی حال قوموں اور ملکوں کا بھی ہے۔ وہ آزادی حاصل کرتی ہیں ایک قوم دوسری قوم
غلبہ پاتی اور اسے فتح کرتی ہے اور اسی کی تقریب میں جشن مسرت کے ہنگامے برپا ہوتے ہیں
لیکن ان ہنگاموں کا شور و غل اور مسرت کے شادیانوں کی آواز جس قدر شدید اور تیز ہوتی
ہے وقت کا قاضی اسی قدر چوکنا ہو کر اس قوم کی تقدیر مستقبل کا فیصلہ لکھنے کے لئے اپنا
سنبھال لیتا ہے جس طرح انفرادی زندگی میں بچپن سے لے کر بڑھاپے تک ہر نئی ذمہ داری
مرحلے پر نئی قسم کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی ضرورت ہوتی ہے اور ایک ہی طرح کی

میت ہر مرحلہ پر کام نہیں دیتی اسی طرح قومی زندگی میں ملک گیری سے لے کر ملک داری تک ل اور منزل کے ہر موڑ پر ایک نئی قسم کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور وہ اپنی عہدہ برآئی کے قوم کی نئی صلاحیتوں کو ابھرنے کی دعوت دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک بہادر جرنیل جو میدان ر میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے وہ صرف بہادر ہونے کی وجہ سے کامیاب حکمران نہیں ہو سکتا شعلہ بیان مقرر محض اپنی شعلہ بیانی کے صدقہ میں میدان کارزار کا حریف نہیں بن سکتا ایک مادیات کا ماہر اپنی علمی اور فنی قابلیت کے باتوں سے ملک کی معاشی واقتصادی زبوں حالی ہیں کر سکتا۔ ایک حکمت وفلسفہ کا امام محض اپنی حقائق شناسی کے ذریعہ سوسائٹی کی گندگیوں یوں کاریوں کا مداوا نہیں کر سکتا۔ ٹھیک اسی طرح کوئی قوم محض آزاد و خود مختار ہو جانے کے ت اس وقت تک اپنی آزادی و خود مختاری کو برقرار نہیں رکھ سکتی جب تک کہ اس میں حکمرانی داری کے اوصاف وکمالات موجود نہ ہوں۔

---

جمہوریت میں چونکہ حکومت کسی ایک خاص شخص یا کسی ایک گروہ یا طبقہ کی نہیں ہوتی بلکہ اہل ملک کی ہوتی ہے اس بناء پر اس کو کامیاب بنانے کے لئے اولین ضرورت اس کی ہے کہ کا ہر فرد اپنے آپ کو شریک حکومت سمجھ کر اپنے اندر وہ اوصاف پیدا کرنے کی کوشش کرے ایک حکمران کے اندر ہونا ضروری ہے اور جن کے بغیر کوئی حکمران حکمران نہیں ہو سکتا یہ اوصاف یں؟ اگر ان کو ایک لفظ میں بیان کیا جا سکتا ہے تو صرف "انصاف" ایک ایسا لفظ ہے جو ان اوصاف کو محیط اور ان کا جامع ہے جس طرح اس کی ضد ظلم اپنے ساتھ بھی ہوتا ہے اور غیر کے ساتھ سی طرح انصاف خود اپنے نفس کے ساتھ بھی کیا جاتا ہے اور غیر کے ساتھ بھی! یہ اپنے اور غیر ق محض اعتباری ہے ورنہ واقعہ یہ ہے کہ چونکہ تمام انسان ایک جسم کی مانند ہیں اس لئے قانون ت ومکافات کے ماتحت اگر ایک شخص خودکشی کر کے اپنے اوپر ظلم کرتا ہے تو اس نے صرف نفس پر ظلم نہیں کیا بلکہ اپنے بال بچوں پر، اپنے عزیزوں قریبوں پر یہاں تک کہ پوری سوسائٹی

پر ظلم کیا ہے علیٰ ہذا القیاس اگر ایک شخص نے کسی کو قتل کر کے غیر پر ظلم کیا ہے تو صرف غیر
نہیں بلکہ خود اپنے اوپر بھی ظلم کیا ہے بس بعینہ یہی حال انصاف کا ہے۔ فلسفہ کے نقطۂ نظر سے ا
پر بحث کرنا کہ اچھائی یا برائی وصف داخلی ہے یا خارجی محض تضیع وقت ہے جو اچھا ہے وہ
کے لئے اچھا ہے اپنے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی اسی طرح جو برا ہے وہ غیروں کے لیے برا
ہے اور خود اپنے واسطے بھی! اس بناء پر جب ہم کسی سے یہ کہتے ہیں کہ دوسروں پر ظلم نہ کرو ان
ساتھ انصاف کرو تو اس میں خود غرضی کا ذرا شائبہ نہیں ہوتا بلکہ اس کہنے کا دراصل مطلب یہ ہوتا
کہ تم اپنے اوپر ظلم نہ کرو اور اپنے ساتھ انصاف کرو۔ بطور جملہ معترضہ کے کہا جا سکتا ہے کہ قرآن
انداز خطاب یہی ہے چنانچہ اس نے جگہ جگہ اہل کتاب کو مخاطب بنا کر ان سے کہا ہے کہ تم اگر قرآن
ایمان نہیں لاتے تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ تم توراۃ اور انجیل پر ایمان نہیں رکھتے ورنہ یہ سب
ہی سلسلہ کی مختلف کڑیاں ہیں۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم ایک کو مانو اور دوسرے کو نہ مانو۔ پس
تم پیغمبر اسلام کی تکذیب کرتے ہو تو یہ صرف ان کی تکذیب نہیں بلکہ تم خود اپنے پیغمبر اور اپنی کتاب کو بھی جھٹلا

---

خوب یاد رکھنا چاہیے کہ کوئی جمہوریہ اسی وقت صحیح معنیٰ میں کامیاب اور مثالی جمہوریہ ہو سکتی
جب کہ اس کے عوام و خواص میں مکمل احساسِ یگانگت ہو، ہر شخص دوسرے کے دُکھ درد کو اپنا
درد اور دوسرے کی خوشی اور آرام کو اپنی خوشی اور اپنا آرام سمجھے اور حضرت شیخ سعدی کے مشہور
آنچہ برخود نہ پسندی بر دیگراں مپسند کے مطابق غیر کے لئے کسی ایسی بات کو گوارا نہ کرے جو وہ خود
لئے گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ حکومت کی استواری انصاف پر موقوف ہے اور انصاف اسی وقت
ہے جب کہ من و تو کے احساسِ بیگانگت کو ختم کر کے مساوات و برابری کا احساس و شعور پیدا
جائے۔ ہندوستان کو جمہوریت صد مبارک لیکن مستقبل بتائیگا کہ اس ملک کے باشندوں نے جمہ
کے واجبات و مطالبات کو پورا کر کے کس حد تک اس نعمتِ غیر مترقبہ کی قدر کی اور اپنے آپ کو ا
واقعی اہل ثابت کیا ہے!!

---